

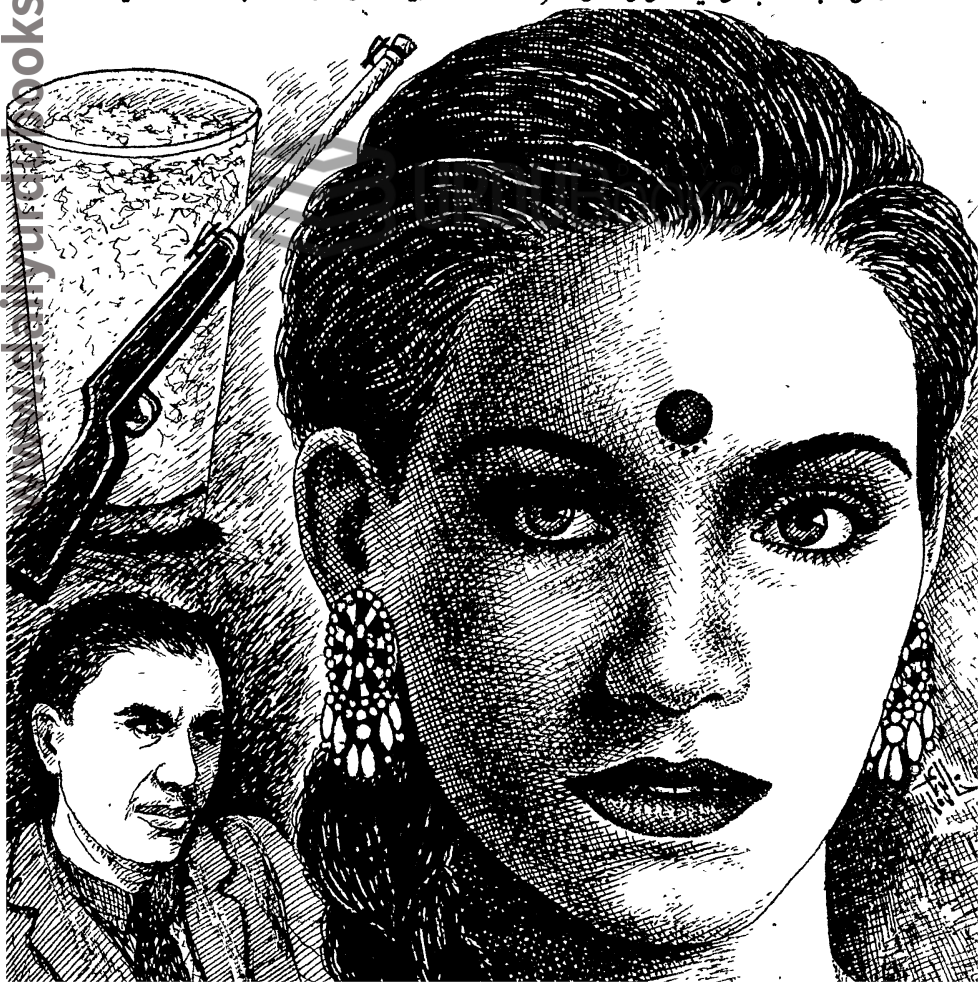
کبھی کبھی انسان بلاوجہ معمولی باتوں سے بھی بیزار ہو جاتا ہے... وہ بھی اس بے ضرر چیز سے چڑنے لگا تھا... اس کے ساتھ ساتھ موسم کی تبدیلی اس کے مزاج کو مزید بھڑکار رہی تھی مگر افسوس اس کی شریک حیات... ہربات سے یہ خبر اپنی دلچسپیوں میں گم رہی... اور اس کی یہی بے خدائی اس کی موت کا سبب بن گئی۔

## بیزار

مظہر سلیم ہاشمی

ایک بے ضرر اور معمولی چیز سے نفرت کا اتنا خوفناک اظہار

جمعے کی شام تھی جب اشین ٹیئرٹ دفتر سے گھر آیا۔ اس کی بیوی دلچیت کورمکن میں لٹی پی رہی تھی۔ اس نے خوشدلی سے اپنے شوہر کا استقبال کیا اور ایک بوسے کی امید میں اپنا چہرہ آگے کر دیا۔ ٹیئرٹ نے اس کی کوشش کا مثبت جواب نہیں دیا اور اس کی کوشش کو نظر انداز کرتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔ دلچیت کے ہونٹوں پر کسی پٹنے کی وجہ سے مکھن کی ایک نظر آ رہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کے سانولے چہرے پر کسی نے زردی مائل موچھیں لگا دی ہوں۔ ٹیئرٹ کو یہ منظر دیکھ کر کراہیت محسوس ہوئی۔ اسی وجہ سے اس نے یہ دوری



والا رویت رکھا تھا اور پیار کا جواب پیار سے نہیں دیا۔  
 ”اس عورت کو پتا نہیں کب عقل آئے گی؟“ ٹیرنٹ نے  
 دل ہی دل میں کہا۔  
 وہ چن میں رہی ایک کرسی پر دم سے بیٹھ گیا۔ وہ پسینے  
 سے بڑی طرح شرابور ہوا تھا اس لیے اپنی شرٹ کی جیب سے  
 ایک دو بال نکال کر گردن پر آنے والا پسینا صاف کرنے لگا۔

”تم یہ چیز کیوں پیتی ہو؟“  
 ”کون سی چیز؟“  
 ”تمہیں نہیں معلوم میں کس چیز کی بات کر رہا ہوں؟“  
 ٹیرنٹ نے اس کے ہاتھ میں موجود گلاس کی جانب اشارہ  
 کرتے ہوئے کہا۔

”اچھا... لسی کے بارے میں بات کر رہے ہو۔ تم  
 جانتے ہو مجھے بہت پسند ہے۔“  
 ”مجھے بالکل پسند نہیں ہے۔“ ٹیرنٹ نے ناگوار سے کہا۔  
 ”انتی گرمی ہے اشین... ایسے میں یہ مشروب ٹھنڈک  
 کا باعث بنتا ہے۔“

ٹیرنٹ نے اس بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ چند لمحے کے  
 توقف کے بعد وہ ایک دم کھڑا ہوا اور جا کر کچن کے سینک کائل  
 کھول دیا۔ ٹھنڈے پانی کے بجائے اس میں سے بھی نیم گرم  
 پانی آ رہا تھا۔  
 ”لغنت ہو۔“ بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا۔ اس نے  
 مزید گل افشانی کرتے ہوئے تل بند کر دیا۔

”تم آج بہت تھکے ہوئے لگ رہے ہو۔“ اس کے  
 عقب میں ٹھہری دلجیت نے کہا۔  
 ”خدا کی پناہ... جتنی گرمی ہے، تمہیں نظر نہیں آ رہا۔“  
 ”میں جانتی ہوں، گرمی بہت زیادہ ہے لیکن تم مجھ پر  
 کیوں غصہ ہو رہے ہو؟“

”ہاں، ہاں... تم جانتی ہو۔“ ٹیرنٹ اب بھی غصے میں  
 بولا اور میز کی جانب بڑھ گیا۔ ”تمہیں تو ہر بات کا پتا ہوتا ہے۔“  
 ”آج کھانے میں کیا بناؤں؟“ دلجیت نے کچھ دیر کی  
 خاموشی کے بعد موضوع بدلا۔

”کچھ مت بناؤ۔ مجھے بھوک نہیں ہے۔“  
 ”ابھی کچھ کھاؤ تو بہتر رہے گا۔“ دلجیت نے رمان سے  
 کہا۔ ”شام میں بینس ٹیلی اور کمار ٹیلی تاش کھیلنے آ رہے ہیں۔“  
 ”او خدا یا... آج نہیں۔“

”اشین...! کیا مسئلہ ہے؟“  
 ”کوئی مسئلہ نہیں۔ اتنی شدید گرمی میں کون مہمان بلاتا ہے؟“  
 ”اس وقت تک سورج ڈھل چکا ہوگا اور موسم میں بھی

کافی بہتری آ جائے گی۔“ دلجیت نے وضاحت پیش کی۔  
 ”ہاں ہاں... تب تک تو جنٹ کی ہوا میں چلنے لگیں گی۔“  
 ٹیرنٹ بولا۔ ”یہ پارٹی فوراً کنسل کرو۔ میرا بالکل بھی موڈ نہیں ہے  
 کہ میں شام کو بیٹھ کر تاش کھیلوں اور بیکاری کی گپ شپ کرتے ہوئے  
 وقت گزاروں۔ میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔“

”میں پارٹی کنسل نہیں کر رہی ہوں۔“ دلجیت اس بار  
 تنک مزاحیہ سے بولی۔ ”تم نہیں جانتے کہ ایڈوانٹینس اور مسز  
 رینا کمار کتنی سوشل ہیں۔ وہ کنٹری کلب کی ایکٹیو ممبر ہیں اور اگر  
 ہمیں کنٹری کلب کی ممبر شپ حاصل کرنی ہے تو ان لوگوں کی مدد  
 ضروری ہوگی۔“

”میں ابھی ممبر شپ پر بھی لعنت بھیجتا ہوں۔“  
 ”اشین...! یہ کیا رویت ہے؟“ دلجیت کے لہجے میں  
 اب پریشانی عیاں تھی۔ ”تمہیں آج کیا ہو گیا ہے... ایسے  
 کیوں بول رہے ہو؟“

”مجھے یہ بینس اور کمار بالکل بھی پسند نہیں ہیں۔“ ٹیرنٹ  
 کے لہجے سے ناگوار ی نمایاں تھی۔ ”اس لیے میں ایسے بات  
 کر رہا ہوں۔ تمہیں ان اجڑاؤ اور گوار لوگوں میں پتا نہیں کیا نظر  
 آتا ہے۔“

”وہ یہاں کے بڑے اہم لوگ ہیں۔ تمہیں ان کی پروا  
 ہو یا نہ ہو لیکن ان سے دوستی میرے لیے بہت اہمیت رکھتی  
 ہے۔“ دلجیت قطعیت سے بولی۔ ”میں تاش پارٹی کے لیے کسی  
 کو بھی منع نہیں کروں گی اور تم بھی اب بچوں والی حرکتیں بند  
 کر دو۔“

ٹیرنٹ غصے سے کچھ دیر تک اپنی ہوی کو دیکھتا رہا لیکن  
 کوئی بات نہیں کی۔ نہ جانے اس کے ذہن میں کیا چل رہا تھا۔  
 انہی غصے کی لگائیوں سے گھورنے کے دوران وہ اپنی جگہ سے کھڑا  
 ہو گیا۔

”میں کچھ دیر کے لیے باہر جا رہا ہوں۔“ اس نے کہا۔  
 وہ محسن میں چلا آیا جہاں ایک سایہ دار درخت کے نیچے  
 کرسیاں لگی ہوئی تھیں۔ وہ ان میں سے ایک کرسی پر براجمان  
 ہو گیا۔ یہاں پر بھی صحن تھا۔ گھاس کے بیچ بے گئی راستے پر لگے  
 پتھروں سے ٹکرا کر روشنی اس کی آنکھوں میں چھ رہی تھی۔ اس  
 نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

”لگتا ہے میرا سر پھٹ جائے گا۔ اس نے اپنے سر کو  
 سہلاتے ہوئے سوجا۔

آج کا دن آفس میں اچھا نہیں رہا تھا۔ ایک دوڑ لگی  
 ہوئی تھی اور سب آگے لٹکانا چاہتے تھے۔ اس دوڑ میں غیبت،  
 جھوٹ اور ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے میں کوئی پیچھے نہیں تھا

”مجھے لگتا ہے کہ کل بھی بہت گرمی ہوگی اس لیے میں نہیں جاؤں گا۔“

”ناممکن۔“ نکولس نے تیزی سے کہا۔ ”بچھلے دوسال میں ایک ویک اینڈ بھی ایسا نہیں گزارا جب ہم جتنے کی صبح گالف کھیلنے نہ گئے ہوں۔ اب یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم میرے ساتھ نہ جاؤ؟“

ٹیرنٹ کی کنپٹیاں اس شور سے دھکنے لگیں۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا لیکن دوسری جانب نکولس مسلسل بول رہا تھا۔

”کیا فرق پڑتا ہے اگر ہم ایک ویک اینڈ پر چھٹی کر لیں۔ یہ کوئی قانون تو نہیں ہے کہ ہمیں ہر صورت میں اس پر عمل کرنا ہوگا؟ گالف کھیلنا کوئی فرض تو نہیں ہے ہم پر؟ اور کیا فائدہ پورا دن ایک چھوٹی سی بال کو پیٹتے ہوئے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جا کر ایک سوراخ میں ڈالنے کا؟ یہ کوئی زندگی تو نہیں اور میں سمجھتا تھا کہ تمہیں یہ کھیل پسند ہے۔“

”میں نے کب انکار کیا۔ میں تو مانتا ہوں کہ گالف بہترین گیم ہے۔“ ٹیرنٹ بے اختیار کراہ اٹھا۔

”لیکن تمہیں تو احساس ہی نہیں ہے۔“ نکولس کے ماتھے پر ہل پڑے ہوئے تھے۔

”تمہیں میرا احساس ہے؟“ ٹیرنٹ بھی کہے بغیر نہ رہ سکا۔ نکولس منہ بیٹا ہوا وہاں سے جانے لگا پھر ایک دم غصہ کر کر اور باڑ کے پار سے ٹیرنٹ کو بغور دیکھتے ہوئے مخاطب ہوا۔ ”تمہیں کیا۔ دیکھا ہے آشن؟ تم پہلے تو ایسے نہیں تھے؟“

ٹیرنٹ نے کوئی جواب نہ دینا مناسب نہ سمجھا۔ وہ اس بک، بک، جھک جھک سے تنگ آ گیا تھا۔ وہ کچھ دیر اکیلے بیٹھ کر آرام کرنا چاہتا تھا لیکن اب اس تکرار کے بعد اس کے سر کا درد بڑھ گیا تھا۔ وہ اپنی لان چیمبر سے اٹھا اور مکان میں داخل ہو گیا۔ دلچسپ بند گوبھی کے پتے کاٹ کر سلاد تیار کر رہی تھی۔

”میں منٹ میں کھانا تیار ہو جائے گا۔“ اس نے ٹیرنٹ سے کہا۔ ”تم ہمارے دو کتیاں پھر دو جو آدھے بیٹے کھاتے ہیں۔“ ٹیرنٹ بغیر جواب دیے بیڈ روم میں چلا آیا۔ اس نے اپنی بھاری بیوی کا تیار کردہ ایک کاشن کا کرتہ یا جامہ الماری سے نکالا اور واش روم میں مٹھس گیا۔ کپڑے اتار کر اس نے ایک جانب پھینکے اور شاور چلا کر اس کی پھوار میں بیٹھنے لگا۔

دس منٹ مسلسل بھینٹنے کے بعد اس نے اپنے انقباض میں سکون محسوس کیا۔ غنڈے پانی نے کسی جادو جیسا اثر کیا تھا۔ اس کی کنپٹیوں میں اٹھنے والی ٹینیں نہ ہونے کے برابر رہ گئی تھیں۔ اس نے تو لیے کی مدد سے اپنا بدن خشک کیا اور سوتی کرتہ یا جامہ پہننے کے بعد بالوں میں کنگھکراتا ہوا باہر نکل آیا۔

کیونکہ سب کو یہ یہ دوڑ جیتی تھی۔ لوگ نہیں جانتے تھے کہ اس دوڑ کو جیتنے کی چاہ میں وہ رشتوں اور تعلقات پر اپنے ہاتھوں سے خنجر چلا رہے ہیں۔ سارا دن ایک دوسرے کی چنچلیوں میں گزراؤنے کے بعد وہ سمجھتے تھے کہ کوئی بڑا کارنامہ سراجام دوسے چکے ہیں۔

واپسی پر اسے ٹریفک جام کا سامنا کرنا پڑا۔ دھواں اور شور تو معمول کی بات تھی لیکن آج گرمی نے بھی الگ ہی تہر ڈالا ہوا تھا۔ دھول، مٹی اور شور و غوغا کے بعد یہ گرمی ایک عذاب سے کم نہیں تھی۔

”ہیلو ایشین!“ اچانک ایک آواز آئی۔ ٹیرنٹ نے آنکھیں کھول کر آواز کے ماخذ کی جانب دیکھا۔ اس کے دائیں جانب مین کے پار ایک باڑی میں جو ہمسایوں کے گھر سے اس کے گھر کو جدا کرتی تھی۔ وہاں اس کا ہمسایہ نام نکولس کھڑا تھا۔ نکولس نے گہرے نیلے رنگ کی ایک بیس بال کپ پہن رکھی تھی جس نے اس کا ماتھا ڈھک دیا تھا۔ وہ باڑ پر تقریباً کھڑا ہوا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں بوتل تھی جس میں برف کی ڈلیاں مشروب میں تیرتی واضح دکھائی دے رہی تھیں۔

”شام بخیر نام!“ ٹیرنٹ نے بے دلی سے جواب دیا۔ ”گرمی آج کچھ زیادہ ہی ہے۔“ نکولس بولا۔

”آلو کے پٹنے۔۔۔ یہی بکواس کرنے کے لیے رہ رہی تھی کیا۔“ ٹیرنٹ نے ہونٹ کھینچنے والے درندہ الفاظ وہ ادا کرنے ہی والا تھا۔ ہر شام وہ جب بھی باہر آ کر بیٹھتا تھا، نکولس سر پر سوار ہو جاتا اور کوئی نہ کوئی لغو بات کر دیتا تھا۔

”میں جن اور ٹانک پی رہا ہوں۔“ نکولس نے اپنی بوتل اہرا کر دکھائی۔ ”تم پینا پسند کرو گے؟“

ٹیرنٹ نے انکار میں سر ہلایا۔

”مجھے لگتا ہے تمہیں گرمی لگ رہی ہے۔ کوئی غنڈا مشروب پی لو تو بہتر محسوس کرو گے۔“ نکولس نے رائے دی۔

”تمہاری بیوی کی بہت مزے کی بناتی ہے، وہ ہوا کر لو۔“

”نہیں، ابھی کچھ پیچھے پھول نہیں کر رہا۔“ ٹیرنٹ نے اپنا غصہ دباتے ہوئے جواب دیا۔

”چلو جیسے تمہاری مرضی۔“ نکولس نے ہار مانتے ہوئے کہا۔ ”یہ بتاؤ مجھ کتنے بجے لگتا ہے؟“

”کیا۔۔۔؟“ ٹیرنٹ ایک دم ہی چلا اٹھا۔

”کل ہفتہ ہے، بھول گئے کیا؟ ہم نے گالف کھیلنے جانا ہے۔“

”میرا نہیں خیال کہ میں تمہارے ساتھ کل کھیلنے جاؤں گا۔“ ٹیرنٹ نے بے دلی سے کہا۔

”کیوں۔ کیا ہوا؟“

دروازہ دھڑ سے بند کر کے اپنی ناراضگی کا بھرپور طریقے سے اظہار کیا۔

میرٹ نے کوئی پروا نہیں کی اور بڑی دیر تک کھڑکی سے باہر کا نظارہ کرتا رہا۔ جب وہ باہر دیکھ کر بیزار ہو گیا تو اس نے اٹھ کر کرنی دی کا ریوٹ اٹھا یا اور مین دبا کر کرنی دی چلا دیا۔ اسکرین فوراً مری روشن ہو گئی لیکن کرنی دی پر کچھ بھی نہیں آ رہا تھا۔ کسی بھی چینل پر کوئی پروگرام نظر آنے کے بجائے سیاہ و سفید دانے ناپتے دکھائی دے رہے تھے۔ ان کی تھر تھر اٹ میرٹ کو اپنے دماغ میں گونجتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے غصے میں آ کر کرنی دی بند کر دیا اور ریوٹ ایک جانب پھینکا۔

”دلچیت!“ ”وہ چچا!“ ”دلچیت!“

”کیا ہے؟“ ”دلچیت نے کچن سے ہی پوچھا۔“

”اھر آؤ۔“

”ہاں بولو۔“ کچن کا دروازہ کھلا اور اس میں سے دلچیت کا وجود چھانکنا ہو نظر آیا۔

”اسے کیا مسئلہ ہو گیا ہے؟“ میرٹ نے سوال کیا۔  
”ٹی وی۔“ چچا نہیں کیا مسئلہ ہے۔“ ”دلچیت نے کندھے پر اچکاتے ہوئے کہا۔“ ”صحیح سے ایسا ہی ہے۔ کوئی پروگرام نہیں آ رہا اور اسکرین پر جی تارے تارے ناچ رہے ہیں۔“ ”جتنے کرنی دی ٹھیک کرنے والے کو کیوں نہیں بلایا؟“ میرٹ نے پتی سے پوچھا۔

”اتنے کام ہوتے ہیں گھر کے۔“ ”دلچیت بولی۔“ ”ان میں ہی ایسی کئی کئی چیزیں تو مجھے یاد نہیں رہا اسے کال کرنا۔“

”بہت اچھے۔“ میرٹ کاٹ کھانے والے انداز میں بولا۔ ”اب ویک اینڈ شروع ہو گیا ہے تو کوئی کاریگر بھی نہیں ملے گا۔ میں اب اپنی چھٹی کے دو دن کیا کروں گا؟“

”کوئی کتاب یا رسالہ پڑھ لو۔“ ”دلچیت نے بحث سے بچنے کے لیے کہا اور کچن کا دروازہ بند کر کے چلی گئی۔

میرٹ نے اپنے نیم گیلے بالوں میں ہاتھ پھیرا اور پھر انہیں اپنے کرتے سے صاف کیا۔ اس کی کینٹیاں ایک بار پھر درد سے سلنے لگی تھیں۔ یہ درد اب بڑھ کر اٹھے تک پہنچ گیا تھا۔

”آخر یہ سر درد ختم کیوں نہیں ہوتا؟“ اس نے خود کلامی کی۔ اپنے سر کو سھلاتے ہوئے وہ ایک بار پھر سے کھڑکی کے

باہر کا ماحول دیکھنے لگا۔

وقت کا کام یہ گزرتا اور وہ گزرتا رہا۔ گھر کے باہر اب تاریکی گہری ہو گئی تھی۔ میرٹ ایسے ہی بڑی دیر تک سناٹ ہو کر کھڑکی سے باہر جھانکتا رہا۔ اس کا دماغ خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا اور وہ ارد گرد کے ماحول سے بے نیاز ہو کر گہری سوچ

وہ اب بہت بہتر محسوس کر رہا تھا اس لیے کھانا کھانے کے لیے کچن کا رخ کیا۔

کھانے کی میز پر لٹی سے لبالب بھر ایک جگہ اس کا منہ چڑا رہا تھا۔

غیظ و غضب کی ایک تیز لہر جیسے اس کے بدن میں دوڑ گئی۔ ”لحنت ہو اس دلچیت پر۔“ میں اس کو کتنی بار منع کروں کہ نہ نفرت ہے اس چیز سے۔“ وہ کھول کر رہ گیا۔ وہ مڑا اور اڑکنڈیشن والے لیونگ روم میں داخل ہو گیا۔ اتنی شدید گرمی میں اڑکنڈیشن بھی صحیح طرح سے کام نہیں کر رہا تھا۔ شاید اسے سی چلائے ابھی زیادہ وقت نہیں ہوا تھا اس لیے کمرے کے ماحول میں خشکی کی نسبت گرمائش کا تاثر گہرا تھا۔

وہ صوفے نما کرسی پر دھنس کر بیٹھ گیا اور کھڑکی سے باہر کا منظر دیکھنے لگا جہاں شام کا دھندلا اندھیرے میں تبدیل ہو رہا تھا۔ گرمی کے طوفان کی شدت میں اب کی واقع ہوتا شروع ہو گئی تھی۔

دلچیت کمرے میں داخل ہوئی۔ ”کھانا لگا دیا ہے ٹیبل پر۔“ ”وہ بولی۔

”میں نے تمہیں کہا تھا مجھے جھوک نہیں ہے۔“ میرٹ نے جواب دیا۔  
”لیکن کچھ تو کھا لو۔“

”کیوں کیوں کھاؤں میں؟“ ”میرٹ پھٹ پڑا۔  
”مت کھاؤ لیکن یہ بات تم آرام سے بھی کہہ سکتے ہو۔ ایسے کاٹ کھانے کی ضرورت نہیں۔“

”ہاں ہاں۔ اب میں تمہیں کھاؤں گا۔“  
”امین! میں نے گھر کے کام کا کج کرتے ہوئے ایک مشکل دن گزارا ہے۔ تم خواخواہ اچھ رہے ہو مجھ سے۔ پلیز ایسا مت کرو۔“

”اچھا۔ تو تمہارا دن مشکل گزارا ہے۔“ میرٹ نے طنز کیا۔  
”میں نے جو خوراک بھرتی ہے، اس کا کیا؟ میرا دن کیا مشکل نہیں تھا؟“

”میں بحث نہیں کرنا چاہتی۔“  
”میں کب بحث کر رہا ہوں؟“

”پھر یہ سب کیا ہے؟“ ”دلچیت کے لیے میں حیرت عیاں تھی۔“ ”وہ بے تہارے ساتھ بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ تمہارا جب بھی موڈ خراب ہوتا ہے، تم کچھ بھی نہ سوچتے ہو اور نہ ہی کچھ سمجھتے ہو۔“

اس سے قبل کہ میرٹ کوئی جواب دیتا، وہ وہاں سے ابھی اور کچن میں چلی گئی۔ جاتے ہوئے اس نے لیونگ روم کا

میں ڈوبا ہوا تھا۔

کافی دیر بعد دلچسپ لیوینگ روم میں آئی اور وہاں رکھی بڑی میز پر تاش کی گڈیاں سجائے گئی۔ کئی چکر لگا کر اس نے میز پر ہلکے ہلکے مختلف کھانے کے لوازمات بھی رکھے لیکن فیئرٹ نے اس کی جانب کوئی دھیان نہ دیا۔ دلچسپ نے بھی بات کرنے کی کوشش نہ کی۔

”ڈنگ ڈنگ“ اطلاع کھنٹی پونے آٹھ بجے کے قریب بجی تو وہ اپنے خیالات سے چونکا۔

دلچسپ نہما دھو کر تیار ہو کر بیڈ روم سے نکلی۔ اس نے ایک پھولدار پرنٹ والا سوئی فراک پہن رکھا تھا جس میں اس کے کندھے اور بازو دیاں ہو رہے تھے۔ بالوں کی چٹیا بنانے کے ساتھ ساتھ اس نے ہلکا سا میک اپ بھی کر لیا تھا۔ سائولی دمکی رنگت میں وہ بہت دلکش لگ رہی تھی لیکن جب وہ بولی تو فیئرٹ کا غصہ دو چند ہو گیا۔

”وہ لوگ آگئے ہیں۔ تمہوڑا تھذیب کا مظاہرہ کر لیتا۔ یہ تقریب تمہیں پسند نہیں ہے لیکن میرے لیے اہمیت رکھتی ہے۔ بس یہی سوچ کر ہی تمہوڑا خیال کر لیتا کہ یہ لوگ تمہاری بیوی کے دوست ہیں۔“

”تمہارے دوست.....؟“ وہ فرمایا۔ ”صرف تمہارے ہی دوست ہیں وہ۔“

”اشین.....! بس کرو دلچسپ۔“ دلچسپ نے مایوسی سے کہا۔ ”کس چیز کا واسطہ دوں تمہیں کہ تم ایسے ہی بیو نہ کرو؟“

”اچھا ٹھیک ہے۔“ وہ ایک دم ہی ٹھنڈا ہو گیا۔ دلچسپ کا منت کرنے کا انداز شاید اس پر اثر کر گیا تھا۔ دلچسپ نے جب مسکرائے ہوئے دروازہ کھولا تو مسٹر اور مزن بنسن کے عقب میں ہی مسٹر کماری بیوی کے ساتھ موجود تھے۔ دلچسپ نے خوشدلی سے ان کا استقبال کیا اور انہیں نشست گاہ میں لے آئی۔ فیئرٹ نے سب کے ساتھ مصافحہ کیا، یہاں تک کہ زبردستی مسکرائے کی وجہ سے اس کے چہرے دکھنے لگے۔

”ان خبیثوں کو آج یہاں نہیں ہونا چاہیے تھا۔ اس سارے عمل کے دوران یہی سوچ اس کے دماغ پر غالب رہی۔ ”جاہل، اجڈ لوگ۔۔۔ میرا وقت برباد کرنے آگئے ہیں۔“

”یہ سرد ختم کیوں نہیں ہو رہا؟“ ذہن میں سوال ابھرا۔ ”تمہوڑی سی بارش ہو جائے، یہ سب یہاں سے دفعتاً ہو جائیں تو میرا سرد در بھی ختم ہو جائے گا اور زندگی بھی مڑ سکون ہو جائے گی۔“ دماغ میں آنے والی نئی سوچ نے اس کے سوال کا جواب بھی دے دیا تھا۔

”آج تو گرمی میں مجلس کر رہی رہ گئے۔“ فریک بنسن

بولتا تو اس کے خیالات کی روانی متاثر ہوئی۔ ”میری تو ساری جلد پر دھوپ سے پھٹنے کے اثرات نظر آنے لگے ہیں۔“

”نپوری ریاست شدید گرمی لپیٹ میں ہے۔“ کمار نے اظہار خیال کیا۔ ”آنے والے دنوں میں گرمی مزید بڑھنے کا امکان ہے۔“

”ہاں۔“ فیئرٹ نے گفتگو میں ایک لفظی شرکت کی۔

”تم نے آج پارکر کی تقریر دیکھی؟“ کمار نے پُر اشتیاق انداز میں سوال کیا۔

”کون پارکر؟“

”سیم پارکر کی بات کر رہا ہوں۔ اسمبلی الیکشن میں ہمارے علاقے کا امیدوار۔ کوئی بے وقوف ہی ہوگا جو اسے اب ووٹ نہیں دے گا۔“ کمار نے تفصیل بتاتے ہوئے جواب دیا۔

”اوہ۔“ فیئرٹ کے منہ سے آواز نکلی۔ ”اس پارکر کی بات کر رہے ہو۔“

”ہاں ہاں... لگتا ہے تم نے آج ٹی وی پر اس کی تقریر نہیں دیکھی۔“

”ہمارا ٹی وی خراب ہے۔“

”یہ تو بہت برا ہوا۔“ کمار نے ہاتھ ملتے ہوئے اظہارِ افسوس کیا۔ ”کیا کمال کی تقریر کی ہے پارکر نے کہ بس کیا بتاؤں تم سمجھو کہ مستقبل کے ایک عظیم لیڈر کی فہم و فراست سے محروم رہ گئے ہو۔“

”بہت زبردست بیان تھا۔“ بنسن نے بھی کماری کی تائید کی۔ ”میری طرف سے بھاڑ میں جائے پارکر اور اس کی تقریر۔“ فیئرٹ محض سوچ کر ہی رہ گیا۔ ”میری طرف سے ان تمام سیاسی شعبہ بازوں پر لعنت ہو۔“

وہ بری طرح سے تپا ہوا تھا لیکن اس بات کا اظہار کرنے میں اس کی بیوی دلچسپ مانگ تھی۔ اس نے مسکراتے ہوئے ٹرے سے رول پر اٹھا اٹھا یا جو اس کی بیوی سب کو پیش کر رہی تھی۔ رول پر اٹھا اٹھا نے کے بجائے اس نے چپکے سے ہال میں موجود لماری میں ڈال دیا۔

اس محفل کی وجہ سے اس کے سر کی تکلیف دو چند ہو گئی تھی۔ شام اس کی توقع سے بھی کہیں زیادہ گرمی گزر رہی تھی۔ تاش کی پہلی بازی میں وہ اپنی بیوی کے ساتھ مل کر بنسن اور اس کی بیوی کے خلاف کھیل رہا تھا۔ کمار اور اس کی بیوی اس پر کنٹرول کر رہے تھے اور ان کی بک بک اس کے دماغ پر کسی تھوڑے کی طرح برس رہی تھی۔ اس شور کی وجہ سے وہ اپنے کھیل پر بھی توجہ نہیں دے پا رہا تھا۔

اس نے احمقوں کی طرح اپنے پتے کھیلے۔ اسے سی کی

ہوا اب بہتر ہوئی تھی لیکن اسے اب بھی شدید پہنا آ رہا تھا۔ دلچسپ اس کی ہوتو فائدہ چالوں پر بار بار گھوم رہی تھی لیکن وہ اپنے ہی خیالوں میں مگن رہا ہوتا چلا گیا۔

ان کے بری طرح ہارنے کے بعد کمار اور اس کی بیوی نے پارٹرین کرٹین کے خلاف کھیلنا شروع کیا۔ ٹینٹ موع کا فائدہ اٹھا کر چن میں آیا اور دل سے ہی پالی پی لیا جو کہ نیم گرم تھا۔ دلچسپ اس کے پیچھے ہی چلی آئی۔

”یہ آج تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے؟“ وہ پھٹ پڑی اور اسے بے نقط سانے لگی۔ ”کسی انارڈی کی طرح ٹھیل رہے ہو اور کھیل کے دوران بھی بیچاری مسرتین پر دو بار کسی کتے کی طرح بھونکے ہو۔ ایک رات کے لیے تم تیز سے پیش نہیں آسکتے؟ کسی اور کا احساس ہے تمہیں؟“

ٹینٹ خاموشی سے اسے تنکرا رہا۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا اور جالی دار عقی دروازہ کھول کر باہر مغلان میں نکل آیا۔ اندر اکھرا ہو چکا تھا۔ سکوت بھری رات میں دور کسی بجلی کے جھبے پر لگی روشنی میں مچھناتے کیڑوں کی آواز نمایاں ہو رہی تھی۔

درجہ حرارت نیچے آ گیا تھا لیکن ہوا میں پیش اب تک موجود تھی۔ ٹینٹ نے سر اٹھا کر آسمان کی جانب دیکھا اور ایک گہری سانس لے کر گرم ہوا کو اپنے سینے میں اتارا۔ اس کے خیالات منتشر تھے جیسے وہ کوئی خواب دیکھ رہا ہو۔ وہ بڑی دیر تک اسی حالت میں رہا۔ آسمان کو خاموشی سے دیکھتے ہوئے اسے پتا ہی نہیں چلا کہ اسے وہاں ٹھہرے کتنا وقت گزر گیا ہے۔ شہر چوڑی آواز سے وہ چونکا۔ اس کے کانوں میں یہ سننا تھا کہ ہوائی آواز ایسے محسوس ہو رہی تھی جیسے کوئی مشروب پیا جا رہا ہو۔ اس نے گردن کھما کر مکان کی جانب دیکھا۔ جالی دار دروازے سے اسے اپنی بیوی دلچسپ چن میں کھڑی نظر آئی۔ اس کے چہرے کے تاثرات ایسے تھے جیسے زندگی بھر کا قرار آ گیا ہو۔

بے حیائی والی لذت، گندگی اور چھوڑ پین سے بھری ہوئی۔ اس کے چہرے پر یہ لذت آمیز خوشی ٹینٹ کو بہت بری لگی۔ پہلی بار اسے اپنی بیوی بد صورت دکھائی دے رہی تھی۔

اور پھر اس نے دیکھا کہ دلچسپ تنک کے پاس کھڑی گلاس میں سے کچھ پی رہی تھی۔ یہ کسی تھی۔

ٹینٹ کے تن بدن میں جیسے آگ لگ گئی۔ کوئی آتش فشاں تھا جو اس کے وجود میں پھٹ پڑا تھا۔ اس نے آتی شدت سے اپنی مٹھیاں بھینچیں کہ انگلیاں پھٹیل میں بیہوش ہو گئیں۔ وہ یکلخت ہی پسینے سے شرابور ہو گیا۔ اس کا سانس دھوکئی کی طرح

چلنے لگا۔ اس کے سر میں اتنی شدت سے ٹیس انٹی کہ اسے لگا جیسے اب سر درو سے پھٹ ہی جائے گا۔ اس کے وجود پر ایک کچھکیسی طاری تھی۔ شدت غیظ سے اس کا پورا جسم لرز رہا تھا۔

اجانک بتی اس کے وجود پر ایک سکوت چھا گیا۔ کچھکھاٹ ختم ہو چکی تھی۔ یکلخت ہی وہ جیسے پڑسکون ہو گیا۔ وہ ایک خطرناک فیصلہ کر چکا تھا اور اب اس فیصلے پر عمل کرنے کا وقت آن پہنچا تھا۔ کسی سے نفرت اس پر بری طرح سے حاوی ہو چکی تھی اور اب اس میں مزید سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ختم ہو گئی۔

اس نے نبالی میں سے دیکھا کہ دلچسپ کسی ختم کرنے کے بعد اپنے ہونٹ چٹاتے ہوئے گلاس دھوری تھی۔ گلاس کینٹ میں رکھنے کے بعد وہ نشست گاہ کی جانب چلی گئی جہاں تاش کی بازی پورے عروج پر پہنچ چکی تھی۔

جب وہ چن سے نکل گئی تو ٹینٹ نے مگن پار کیا اور گیراج میں داخل ہو گیا۔ اپنی شکاری رائفل تلاش کرنے اور لوڈ کرنے میں اسے دو منٹ سے بھی کم وقت لگا۔ اضافی گولیاں اس نے چپ میں ڈال لیں اور گیراج سے نکل آیا۔ وہ چن میں داخل ہوا تو کسی کی مہک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کی دیوانگی میں مزید اضافہ ہو گیا۔

☆☆☆

اگلے دن کے اخبار کی شہریت تھی۔

”آڈی پاگل ہو گیا۔... جھلوگ ہلاک کر ڈالے۔“

”تمہارے کے مطابق تفصیلات کچھ یہ ہیں۔ پورٹ میں کے علاقے میں ایک شخص غصے میں پھرا تھا اور اپنی بیوی اور چار مہمانوں کے ساتھ ساتھ ایک پولیس والے کو بھی اپنی رائفل سے فائرنگ کر کے ہلاک کر ڈالا۔ دو گھنٹے کے طویل پولیس مقابلے کے بعد دھشت کی یہ لہر ختم ہوئی۔ اس پولیس مقابلے میں کوئی پچاس کے قریب گولیوں کا تبادلہ ہوا۔ SWAT ٹیم کے اسٹائپر کی جان یوا گولی نے اس پولیس مقابلے کو انجام تک پہنچایا۔ پچیس سالہ اسٹین ٹینٹ اس سے قبل کسی بھی قسم کی مجرمانہ سرگرمی میں ملوث نہیں رہا ہے۔“

”دوستوں اور پڑوسیوں کے مطابق وہ خاموش طبع اور شرمیلی طبیعت کا مالک تھا۔ اس واقعے سے پہلے کسی لڑائی جھگڑے میں اسے شامل نہیں پایا گیا۔ تفتیش کار ابھی تک اندازہ نہیں لگا پائے ہیں کہ کس بات پر اس جیسا عام انسان فردوں بریک ڈاؤن کا شکار ہو کر ایک بھیا تک جانور میں تبدیل ہو گیا۔“

\*\*\*